JIBAS (The International Journal of Islamic Business, Administration and Social Sciences) (Quarterly) Trilingual (Arabic, English, Urdu)
ISSN: APPLIED FOR (P) & (E)
Home Page: http://jibas.org
Approved by HEC in Y Category
Indexing: IRI (AIOU), Australian Islamic Library, Euro pub.
PUBLISHER HABIBIA RESEARCH ACADEMY
Project of **JAMIA HABIBIA INTERNATIONAL**, Reg. No: KAR No. 2287 Societies Registration Act XXI of 1860 Govt. of Sindh, Pakistan.
Website: www.habibia.edu.pk,
This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

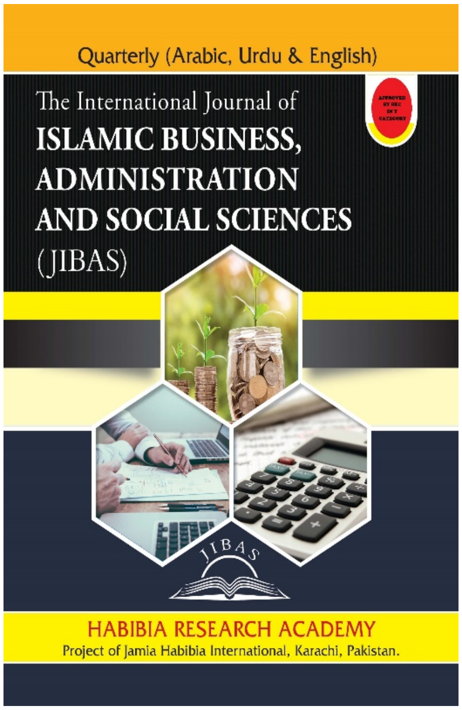

TOPIC:

TWO NUCLEAR STATES PAKISTAN AND INDIA (AN ANALYSIS)

پاک بھارت ایٹمی ممالک، تصفیہ طلب مسائل: ایک مطالعہ

AUTHORS:

1. *Dr. Rizwana Jabeen, Assistant Professor Department of International Relations Federal Urdu University, Karachi. Email: rizjab2003@gmail.com Orcid ID: https://orcid.org/0000-0002-9311-6015*
2. *Dr. Mamnoon Ahmed Khan, Assistant Professor Department of International Relations Federal Urdu University, Karachi. Email: mamnoon.ahmad@fuuast.edu.pk Orcid ID: https://orcid.org/0000-0003-0348-3346*

How to Cite: Jabeen, Rizwana, and Mamnoon Ahmed Khan. 2021. "UURDU 1 TWO NUCLEAR STATES PAKISTAN AND INDIA (AN ANALYSIS): پاک بھارت ایٹمی ممالک، تصفیہ طلب مسائل : ایک مطالعہ". *International Journal of Islamic Business, Administration and Social Sciences (JIBAS)* 1 (3):1-16.
URL: : https://jibas.org/index.php/jibas/article/view/19.
Vol. 1, No.3 || July –september2021 || P. 1-16
Published online: 2021-02-11

QR. Code

TWO NUCLEAR STATES PAKISTAN AND INDIA (AN ANALYSIS)

پاک بھارت ایٹمی ممالک، تصفیہ طلب مسائل: ایک مطالعہ

Rizwana Jabeen,　　　Mammon Ahmed Khan

ABSTRACT :

Since the time of its inception and India is sharing an elongeted history of conflicting issues which not only constructed an ambiance of scepticism and distrust among there two nations and their respective governments, but at the same time it barricade the scope and possibilities of peaceful solutions of the longstanding, complex issues, such as Kashmir, Indus water distribution, cross border troubles and terrorism, sir creek border issue, line of control (LOC) and siachen. It has been observed through out the course of history that the efforts and the measures to normalize the political stress between India and Pakistan did never bring a rewarding outcome. Therefore the complexity and the murkiness of there undersolved issues has aggravated to the height which set an impression of at most an impossible errand. This article is an attempt to delve into the reasons and the factors behind the failed attempts in the process of conflict resolution between India and Pakistan the historical findings and the political analysis of the data / facts used in this article verify the statement that the hard core policies and an unbending attitude towards the resolutions of Kashmir issue has never been a success idea, instead, in the light of the current political, economics and strategic. Scenario there is a need to resolve the long standing issues on priority as well as need basis. Despite of putting all the workable options on hold the governments policy makes and the influential stake holders from both sides should present something new and more result oriented on the table, this can only be happen if the flanking issues like sir creek, intra state terrorism and water distribution would handle in a productive manner .

KEYWORDS: *Pakistan, India, Kashmir conflict, CBMs, water dispute, LoC, Siachin, Kargil.*

موجودہ بین الاقوامی تعلقات میں ریاستیں اپنے تنازعات طے کرتے ہوئے جغرافیائی حکمت عملی کی معیشت اور علاقائیت کی جانب بڑھ رہی ہیں۔ تاہم اس وقت بھی بعض ممالک ایسے ہین جو سرد جنگ کے جنون میں مبتلا ہیں اور اپنے اس سیاسی و جغرافیائی تنازعات نمٹانے میں کشمکش کا شکار ہیں۔ پاکستان اور بھارت بھی ایسے ہی ممالک ہیں جو گذشتہ 68 سال سے باہمی مسائل کا حل تلاش نہیں کر سکے۔ جن میں ایک بڑا مسئلہ کشمیر کا تنازعہ بھی ہے۔ اگرچہ پاکستان اور بھارت کے درمیان کئی مسائل ایسے ہیں جن کا بہ آسانی حل تلاش کر کے خطے میں پڑامن بقائے باہمی کی فضا کو خوشگوار بنایا جاسکتا ہے۔ لیکن اس کے لئے دونوں ممالک کے درمیان مضبوط CBMs کی ضرورت کی ہے۔ اس مضمون میں پاکستان اور بھارت کے درمیان تصفیہ طلب مسائل پر اظہار خیال اور تجزیہ کی کوشش کی گئی ہے برصغیر کے تقسیم کے ساتھ از خود غلط مفروضوں پر مبنی ہے۔ ان مسائل میں تنازعہ کشمیر، سر کریک، پانی کا مسئلہ، لائن آف کنڑول سیاچن گلیشیئر، کارگل کا بحران و دہشت گردوں شامل ہیں۔ ان تصفیہ طلب مسائل کا حسب زیل جائزہ لیا جائے گا اور ممکنہ حل پر غور کیا جائے گا۔

کشمیر کا تنازعہ: ریاست جموں کشمیر براعظم پاک و ہند کے انتہائی شمال اور جنوب وسطی ایشیاء کے قلب میں واقع ہے۔ اس کی سرحدیں پانچ ممالک کے ساتھ ملتی ہے۔ پاکستان، افغانستان، روس، چین اور بھارت جبکہ ریاست کشمیر کی ۷۰۰ میل سے زائد لمبی سرحد پاکستان سے ملتی ہے۔

1) برصغیر کی تقسیم سے پہلے ریاست جموں کشمیر کا چوراسی ہزار میل علاقہ انتظامی مقاصد کے لئے تین حصوں صوبہ کشمیر، صوبہ جموں اور قبائلی اضلاع (لداخ گلگت) منقسم تھا۔(2) برصغیر کی تقسیم کے وقت جموں و کشمیر میں ڈوگرہ خاندان کی موروثی بادشاہت تھی۔اور گلاب سنگھ کا نسلی وارث ہری سنگھ ریاست کشمیر کا حکمران تھا۔(3) تاریخی اعتبار سے ریاست جموں و کشمیر گذشتہ سات سو برس سے مسلمانوں کے زیر نگیں رہی ہے۔ البتہ 1819 میں جب پورے برعظیم میں مسلمانوں کا زوال شروع ہو چکا تو سکھوں نے کشمیر پر فوج کشی کر کے وہاں اپنا راج قائم کر لیا۔(4) جب انگریزوں نے ہندوستان میں اپنا اقتدار مستحکم کر لیا تو انہون نے سکھوں کو شکست دینے کے بعد گلاب سنگھ کے ہاتھ پوری ریاست جموں ۷۵ لاکھ روپے میں فروخت کر دیا۔(5) برطانوی حکومت نے جب ہندوستان سے واپسی کا سفر اختیار کیا تو ڈوگرا راج نے اس بات کی اہمیت کو محسوس کر لیا کہ اب وہ ہندوستان کے بغیر نہیں رہ سکتے لہذا انہوں نے ریاست جموں و کشمیر میں طاقت کے استعمال شروع کیا۔اور کشمیری عوام کی رائے کے برخلاف ہندوستان کے ساتھ نام نہاد الحاق کر لیا۔ جغرافیائی اعتبار سے ریاست جموں و کشمیر پاکستان کے لئے بہت اہمیت کی حامل ہیں۔ پاکستان میں پانی کے بڑے ذرائع جن میں سندھ، جہلم، اور چناب کے دریا کشمیر سے پاکستان کی طرف بہتے ہیں۔ جبکہ ریاست کشمیر کے زمینی راستے پاکستان سے ملتے ہیں۔ بقول چوہدری محمد علی (سابق وزیر اعظم پاکستان)۔ دست قدرت نے پاکستان اور کشمیر کا رشتہ ایک دوسرے سے باندھ دیا ہے۔ اور ان کے معاشی، مذہبی اور ثقافتی اور دفاعی مفادات سب کے سب یکساں ہیں۔(6) جغرافیائی حالات مجموعی آبادی کی اکثریت مسلم، پنجاب کے اہم دریاؤں کے ریاست سے نکلنے، لسانی، ثقافتی، نسلی اور معاشی تعلقات اور ریاست کی سرحدوں کا پاکستان کی سرحدوں سے اشتراک، یہ سب حقائق اس امر کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ کہ ریاست جموں و کشمیر پاکستان کے ساتھ الحاق کرے۔(7)

مسئلہ کشمیر حل کرنے کی کوشش: مارچ 2004 میں بھارت چینل پر جنرل مشرف کا انٹرویو نشر ہوا۔ جس میں انہوں نے کہا کہ کشمیر core issue ہے۔ جس کو حل کیئے بغیر پاک بھارت تعلقات میں مستقل بہتری نہیں آسکتی۔ اس کے علاوہ پریز مشرف نے مقبوضہ کشمیر یں جاری جہد وجہد کو دہشت گردی سے الگ تعبیر کیا۔ اور کہا کہ اب وقت آگیا ہے جب دنیا دہشت گردی اور جدوجہد آزدای یں فرق کو سمجھے 18 اپریل 2005 میں صدر جنرل پرویز جنرل مشرف نے بھارت کا دورہ کیا اور بھارتی وزیر اعظم من موہن سنگھ سے طویل ملاقات کی۔ جس میں کشمیر سمیت تمام علاقائی مسائل پر گفتگو ہوئی۔ ان مذاکرات کے نتیجے میں دونوں ممالک نے تجارت کے فروغ کے لئے مشترکہ بزنس کونسل کے قیام، جوائنٹ ٹریڈ کمیشن کی بحالی، کھوکھرا پار موناباؤ ریل سروس کا آغاز، کنٹرول لائن سے تجارتی سرگرمیوں کی بحالی اور مسئلہ کشمیر پر مذاکرات جاری رکھنے پر اتفاق کیا۔ جبکہ بگلیہار ڈیم کو ماہرین کی مشاورت سے حل کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

تنازعہ کشمیر اور مشرف فارمولا: تنازعہ کشمیر کے حل کے لئے پرویز مشرف نے چار نکاتی فارمولا پیش کیا۔ جیسے انہوں نے اپنی کتاب ان دی لائن آف فائز میں واضح کیا ہے کہ جزوی طور پر اپنے موقف سے پیچھے ہٹ کر پاکستان بھارت اور کشمیری اس تجویز سے مطمئن ہو سکتے ہیں۔

i) کشمیر کے ان جغرافیائی علاقے کی نشاندہی کی جائے جن کا تصفیہ مطلوب ہے۔ پاکستانی کشمیر کے دو علاقے ہیں شمالی علاقاجات اور آزد کشمیر جبکہ بھارت کشمیر تین حصوں پر تقسیم ہے۔ جموں سری نگر اور لداخ، کیا یہ خطے زیر بحث آنے چاہیں۔ یا کچھ لو کچھ دو میں نسلی، سیاسی اور اسٹریٹیجک عوامل کو مد نظر رکھا جائے۔

ii) ان خطوں سے فوجی انخلاء ہو۔ اس طرح قتل وغارت سے بیزار کشمیری عوام کو سکون ملے گا۔

iii) ان خطوں مین حکومت خود اختیاری (سیلف گورنینس) قائم کی جائے اپنی خود مختاری دی جائے گی مگر آزادی نہیں۔ ایک مشترکہ نگران نظام قائم کیا جائے گا۔ جس میں پاکستان بھارت اور کشمیریوں کے نمائندے شامل ہونگے۔ جو سیلف گورنینس اور باقی ماندہ معاملات کر دیں گے۔ (8) جنوبی ایشیا کی دو سب سے بڑی ریاستوں کے درمیان مسلسل تنازعہ نے خطے کی اقتصادی ترقی کی راہ روکے رکھی۔ یہ تنازعہ بالخصوص پاکستان کو بہت مہنگا پڑ رہا ہے۔ مسئلہ کشمیر نے نہ صرف دیگر زیادہ اہم قومی مقاصد، مثلاً غربت کا خاتمہ، سے توجہ ہٹا دی ہے۔ بلکہ پاکستان میں ایک عدم استحکام کا باعث بننے والا عنصر پیدا کرنے میں بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔ کشمیر کی وجہ سے بھارت نے بھی نقصان اُٹھایا کشمیری رائے کو دبانے کے لئے بھارتی سیکورٹی فورسز کے بلاجواز کاروائی نے دنیا کی سب سے بڑی جمہوریہ کے لئے گاندھی کے پیش کردہ اصول وضوابط کو نقصان پہنچایا ہے۔ (9) جغرافیائی حالات اور عالمی طاقتوں کا اثر ورسوخ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ پاکستان اور بھارت دونوں امن سے رہیں۔

پانی کا مسئلہ: پانی ہمیشہ سے ریاستوں کے لئے ترقی کا پیمانہ تصور کیا جاتا رہا ہے۔ ریاستوں کے درمیان پانی کی شراکت داری کا مسئلہ ان ممالک کے مابین جو بنجر یا نیم بنجر جغرافیائی خطوں پر مشتمل ہیں اب اور بھی پیچیدہ ہو گیا ہے۔ آبادی میں اضافے کے سبب پانی کے طلب میں کئی گناہ اضافہ ہو گیا ہے۔ پانی کی بڑھتی ہوئی قلت کے سبب پانی کے تنازعہ میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ پانی کی روانی سیاسی سرحدوں کی قید سے آزاد ہوتی ہے۔ لہذا تنازعے کا سبب بھی بن سکتی ہے۔ پانی کا تعلق براہ راست معاشی معاشرتی عوامل سے ہوتا ہے اور اس طرح بین الاقوامی تنازعہ میں اس کا بڑا حصہ ہوتا ہے۔ پانی کے بحران کی وجہ سے ریاستوں کے درمیان تعلقات میں بڑھتی ہوئی کشیدگی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ممالک کے مابین پانی کی حصہ داری کو کس طرح پر امن رکھا جا سکتا ہے۔ مسئلہ کشمیر کے علاوہ ریڈ کلف ایوارڈ کے خطرناک اثرات پاک بھارت تنازعہ آب کی صورت میں ظاہر ہوئے دریائے سندھ اپنے پانچ بڑے معاونوں کے ساتھ دنیا کے عظیم دریائی نظاموں میں شمار ہوتا ہے۔ آزادی سے قبل سندھ کے طاس میں پانی فراہم کرنے والی نہریں ایک مربوط نظام کی شکل میں کام کرتی تھیں۔ لیکن سرحدوں کا تعین کرتے وقت علاقہ کی معشیت کا خیال نہ رکھا گیا اور پنجاب کے خط مستقیم نے طاس سندھ کے دریاؤں اور نہروں کو آرپار کاٹ دیا۔ جس کے نتیجے میں تین دریاؤں، ستلج بیاس اور روای کے بالائی حصے اور بہت سے نہری ہیڈ روکس بھارت کے حصے میں چلے گئے۔ جب بھارت نے کشمیر پر قبضہ کر لیا

تو پاکستان کا خطرہ مزید بڑھ گیا۔ کیونکہ جہلم اور چناب بھی مقبوضہ کشمیر سے نکلتے ہیں۔ اس تقسیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ پاکستان کی زرعی معیشت بھارت کی محتاج ہو گئی کیونکہ اس کا ہیڈ روکس پر کنٹرول تھا۔(10)

معاہدہ سندھ طاس: 1947 میں برصغیر میں معرض وجود میں آنے والی دو نئی قوموں کے درمیان دریائے سندھ کا نظام بھی تقسیم ہو گیا۔ غیر منقسم پنجاب میں زرعی ترقی کا بہت بڑا انحصار دریائے سندھ کے آبی نظام پر تھا۔ جو تقسیم کی وجہ سے درہم برہم ہو گیا۔ 1947 میں تقسیم کے بعد بھارت اور مغربی پاکستان کے درمیان رونما ہونے والی بین الاقوامی سرحد نے باری ڈوب اور وادی ستلج پروجیکٹ کو بھی دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ جو پہلے ایک ہی اسکیم کی صورت میں ڈیزائن کیا گیا تھا۔ ہیڈ ورک تو بھارت کے حصے آ گیا جبکہ نہریں پاکستان سے گذرتی تھیں۔ جس کے نتیجے میں پاکستان کے بعض علاقوں میں فراہمی آب کے نظام میں رکاوٹیں پیش آئیں۔ اس طرح دونوں پڑوسی ممالک کے درمیان پانی کا تنازعہ کھڑا ہو گیا۔ اسی صورت حال میں دریا کا ہیڈ ورک تو بھارت میں تھا اور دریا کا بہاؤ پاکستان میں تھا۔ لہذا پانی میں شراکت داری کے لئے دونوں ممالک کے درمیان مفاہمت کی ضرورت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس کی وجہ سے مغربی پنجاب میں فراہمی آب کے پورے نظام کا از سر نو جائزہ بھی ضروری ہو گیا تھا۔(11) ۱۹ ستمبر 1960 کو کراچی میں صدر پاکستان جنرل محمد ایوب خان اور بھارت کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لعل ہنرو نے سندھ طاس معاہدہ پر دستخط کر دیئے جس کے تحت تین دائمی طور پر پانی سے رواں رہنے والے دریا بیاس، راوی اور ستلج کلی طور پر بھارت کو دیئے گئے۔ 1974 تک بھارت نے ان تین دریاؤں پر بند باندھ کر ڈیم بنا کر ان کا پانی پاکستان کی طرف روک دیا۔(12) سندھ طاس معاہدہ پر عملدرآمد کے بعد سے پاکستان میں پانی کے شدید مسائل کا آغاز ہوا۔ اسی دوران پاکستان نے بھی عالمی بینک کے معاونت سے منگلا ڈیم بنایا جو 1967 میں مکمل ہوا اور اس میں قابل استعمال پانی ذخیرہ کرنے کی گنجائش MAF5.34 ملین ایکٹر فٹ تھی۔ اس طرح فی الوقت ربیع کی فصل گندم وغیرہ کی کاشت اور آبیاری کے لئے کچھ پانی کا بندوبست ہو گیا۔(13) معاہدہ سندھ طاس پاکستان اور بھارت کے درمیان متنازعہ بن گیا ہے۔ اور اس سلسلے میں بردباری سے کام لینے کی ضرورت ہے اس معاہدے پر دستخط اقوام متحدہ کی بڑی کامیابیوں میں سے ایک ہے۔ دونوں ملکوں کے درمیان تمام ترکشیدگی کے باوجود معاہدے پر عملدرآمد جاری ہے۔ حتی کہ دو جنگوں کے دوران بھی معاہدہ منسوخ نہیں ہوا۔ بھارت کا استدلال ہے کہ کسی ذخیرے کے قیام کا مسئلہ نہیں ہے کیونکہ مجوزہ بیراج کے زریعے عارضی طور پر پانی کا ذخیرہ کیا جائے گا اور تاکہ سیلابی پانی کو جمع کر کے کشتی رانی کی مدت میں اضافہ کیا جا سکے۔ جس سے پاکستان کو بھی فائدہ پہنچے گا۔ بہرحال اس مسئلے پر اب تک دونوں حکومتوں کے درمیان مذاکرات میں کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہو سکا ہے۔ بھارت میں اکثر یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ معاہدہ طاس کے تحت بھارت پر یکطرفہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کیونکہ وہ ساحلی علاقوں کا مالک ہے۔ پاکستان میں بھی اس قسم کی منفی انداز فکر پایا جاتا ہے۔ خیال کیا اتارہا ہے کہ معاہدے سے پاکستان کو نقصان پہنچا ہے۔ ہر چند کہ دونوں ممالک اپنے اپنے نقطہ ہائے نگاہ میں

حق بجانب ہوں لیکن اس قسم کے تصورات الجھنیں پیدا کر رہے ہیں۔ لہذا اس پر توجہ دینی چاہئے کہ پاکستان کے ساتھ معاہدہ سندھ طاس کو قائم رہنا چاہیے۔ کیونکہ یہ پڑوسی ملکوں کے کشیدہ تعلقات پر قابو پانے نیز متعلقہ ملکوں کے زرعی شعبے کی ترقی کا ذریعہ بھی ہے۔(14)

سر کریک کا سرحدی تنازعہ: سر کریک کا ہندوستانی ریاست گجرات اور پاکستانی صوبے سندھ کا درمیانی علاقہ ہے۔ مگر ابھی تک سر کریک پر ہندوستان اور پاکستان کے مابین بین الاقوامی سرحد کا تعین ہونا باقی ہے۔ ساٹھ سے سو کلو میٹر کے درمیان علاقے میں بہت سی خلیج اور دریاؤں کے دہانے ہیں۔ اس علاقے کا تنازعہ 1960 کی دہائی میں سامنے آیا تھا۔ جس کے بعد 1968 میں پاکستان اور بھارت کے درمیان ایک ویسٹرن باؤنڈری ٹرابیونل ایوارڈ کیا گیا۔ لیکن یہ طے نہیں ہو سکا کہ سر کریک کے علاقے میں بین الاقوامی سرحد کا تعین کس قانونی بنیاد پر کیا جائے۔ اس علاقے کا کچھ حصہ آبی ہے اور کچھ حصہ خشک۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان کئی دفعہ اس پر مذکرات ہو چکے ہیں۔ لیکن کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا ہے۔ بھارت کا کہنا ہے کہ اس علاقے میں سرحد کے تعین کے لئے بین الاقوامی قانون کا وہ اصول استعمال کیا جائے جو سمندر کے اندر سرحد کے تعین کے لئے بنایا گیا ہے۔ جبکہ پاکستان کا کہنا ہے یہ اصول صرف پانی والے علاقے پر عائد ہوتا ہے۔ لیکن یہاں پانی اور خشکی دونوں موجود ہیں۔ لہذا بھارت کی استدلال غلط ہے۔ دونوں ممالک کی اس علاقے میں دلچسپی یہاں پر ماہی گیری کی وسیع صنعت اور تیل کے وافر مقدار میں ذخائر ہیں۔ دونوں ملکوں کے درمیان اختلاف اس بات پر ہے کہ آخر سرحد کس جگہ ہے پاکستان کا کہنا ہے کہ سر کریک کا پورا علاقہ اس کا اپنا ہے۔ لیکن ہندوستان اسے تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے۔ سر کریک کے علاقے میں دونوں ممالک نے سرحدی باڑ لگانے کے لئے ایک مشترکہ سروے بھی کیا تھا جس کو مقررہ وقت سے پہلے ہی مکمل کر لیا گیا تھا۔ مگر پھر کوئی بات نہیں بن سکی۔(15) پاکستان اور بھارت کے درمیان سر کریک کا مسئلہ اس لحاظ سے مختلف ہے کہ اس کی سیاہ چن کی طرف دفاعی اہمیت نہیں ہے۔ سیاہ چن کے برعکس نہ تو یہاں فوجی تصادم اور نہ ہی موسمی حالات کی وجہ سے فوجیوں کی اموات واقع ہو رہی ہین۔ متنازعہ سر کریک کا علاقہ پاک بھارت ساحلی پٹی رن آف کچھ کے دلدلی علاقے میں واقع ہے اور بحیرہ عرب سے منسلک ہے۔ درحقیقت اس جگہ کا اصل نام بان گنگا تھا۔ جو اس وقت سے سر کریک پڑ گیا جب برطانوی حکومت کے نمائندے نے اس مسئلے پر سندھ کے حکمرانوں اور بھارت کی درخواست پر ان کے درمیان ثالث کا کردار ادا کیا تھا۔(16) بھارت اور پاکستان نے برطانیہ کو ثالث تسلیم کر لیا 1968 میں جب برطانوی حکومت نے ثالثی کا معاہدہ تیار کیا تو اس میں رن آف کچھ کا 90% حصہ بھارت کو دے دیا گیا جبکہ صرف ۱۰ فیصد حصہ پاکستان کے حصہ میں آیا۔ اس طرح رن آف کچھ کا تنازعہ تو حل ہو گیا لیکن سر کریک چونکہ خشکی کا نہیں پانی کا حصہ تھی اس لئے اس کا حل نہ نکل سکا اور سرحد کی نئی حد بندی کریک تک پہنچ کر ختم ہو گئی اور کریک کے علاقہ کو یونہی چھوڑ دیا گیا۔(17) پاکستان کا موقف یہ ہے کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان جو سرحد بنتی ہے وہ سر کریک کے دائیں کنارے پر ہے جبکہ بھارت کا کہنا ہے کہ یہ سرحد سر کریک کے درمیان واقع ہونی چاہئے۔ بھارت ایک بین الاقوامی قانون کا سہارا لیتا ہے۔ وہ قانون یہ ہے کہ جب کوئی دریا دو یا زیادہ ممالک کے درمیان سرحد کا کام دے تو ان ممالک کی سرحدیں دریا کے عین بیچ سے گزرتی ہیں۔ اس

قانون کا نام تھال ویگ ڈاکٹرائن ہے۔ جس کے مطابق کسی بھی سمندری حصے کو ایک درمیانی لکیر کے ذریعے دو ممالک کے درمیان نصف نصف بانٹ دیا جاتا ہے۔ایسی لکیر جو تمام پوائنٹ پر یکساں ہو۔اس وقت سر کریک کا مسئلہ بھی اسی رو سے حل کیا جاسکتا ہے۔(18) پاکستان اس قانون کو تسلیم کرتا ہے لیکن اس کا موقف ہے کہ سر کریک کوئی مستقل دریا نہیں اور نہ ہی اس میں جہاز رانی ہو سکتی ہے۔اس لئے دریائی قانون کا اطلاق سر کریک پر نہیں ہوتا۔دوسری طرف بھارت یہ دلیل پیش کرتا ہے کہ سر کریک میں طغیانی کے دوران قابل جہاز رانی ہوتی ہے۔اس لئے جہاز رانی والا قانون لاگو ہوتا ہے۔چونکہ دونوں ملکوں میں یہاں سرحد کی نشاندہی نہیں کی گئی۔جس کی وجہ سے اب صورت حال یہ ہے کہ دونوں تقریبا300 میل سمندری حصے پر نہ تو مکمل طور پر کنٹرول رکھتے ہیں اور نہ اس علاقے میں پائے جانے والے معدنیات سے مستفید ہو سکتے ہیں۔(19) پاکستان اگر بھارت کو موقف مان لیتا ہے تو بین الاقوامی سرحد دونوں ممالک کے درمیان پانی کے اوپر ایک لکیر ہو گی اور بین الاقوامی سمندری قانون کے مطابق کسی بھی ملک کے ساحل سے ۲۰۰ میل تک کا سمندری علاقہ اس ملک کا خصوصی اقتصادی زون EEZ کہلاتا ہے۔اگر سر کریک کے درمیان سرحدی لکیر کھینچ دی جائے تو پاکستان اپنے خصوصی اقتصادی زون EEZ کے بڑے حصے سے محروم ہو جائے گا۔ سر کریک کے مسئلے کو حل نہ کر کے بھارت پاکستان کو خصوصی اقتصادی زون سے محروم کرنا چاہتا ہے۔ چونکہ سر کریک کے علاقے میں تیل اور گیس کے وسیع ذخائر موجود ہیں۔سرحدی لکیر کے بعد پاکستان ان ذخائر کا بڑا حصہ بھی گنوادے گا۔ اس کے علاوہ دریائی خوراک مچھلیاں وغیرہ بھی اس حصے میں کافی پائی جاتی ہیں جن سے پاکستان کو محروم ہونا پڑے گا۔پاکستان اور بھارت کے درمیان کشمیر اور دیگر علاقائی تنازعے کے مقابلے میں سر کریک قدرے آسان مسئلہ ہے۔اگر دونوں ممالک پر امن بقائے باہمی کی بنیاد پر اس مسئلے کو حل کر لیں تو پاکستان اور بھارت کے مابین باہمی اعتماد CBMs میں اضافہ ہو گا اور جنوبی ایشیا میں دیر پا امن کے قیام کو ممکن بنایا جاسکے گا۔

لائن آف کنٹرول(LOC): لائن آف کنٹرول (LOC) یا جنوبی کشمیر، وادی اور کارگل کو پاکستان کے زیر انتظام آزاد کشمیر اور بلتستان سے الگ کرنے والی سرحد لائن آف کنٹرول سابق سیز فائر لائن کہلاتی ہے۔اس کے علاوہ سیاچن گلیشیئر تک واضع حد بندی نہ ہونے کے سبب لائن آف ایکچول کنٹرول کہلانے لگی ہے۔یعنی جو فوجی دستہ جس جگہ ہے وہیں سرحدی حد بندی ہے۔ یہ لائن آف کنٹرول بھارت اور چین کے درمیان کی LOAC سے الگ معاملہ ہے۔(20) انڈیا اور پاکستان کے درمیان متنازعہ سرحدی علاقہ LOC دنیا کے نقشے پر موجود ہے لیکن زمین پر خط لکیر متعین نہیں کیا گیا ہے۔(LOC) کے تین سمتوں سے پیمائش ہو سکتی ہے۔

۱) سب سے پہلے یہ مغرب میں مقبوضہ کشمیر اور پاکستان کے ساتھ ۱۵۰ کلو میٹر کا علاقہ ہے۔

۲) دوسرا ۱۸۰ کلو میٹر سرحدی علاقہ بھارت اور پاکستان کے ساتھ ہے۔

۳)ایک غیر واضع لائن جو کہ شمالی پاکستان اور چین کی سرحد کے ساتھ ہے جس میں سیاچن بھی شامل ہے۔ 1972 میں اس حد بندی کو (LOC) کہا گیا جبکہ ۲۷ جولائی ۱۹۴۹ کراچی معاہدے کی بنیاد پر اسے سیز فائر لائن کہا جاتا ہے۔اس معاہدے میں اقوام متحدہ نے ثالث کا کردار ادا کیا تاکہ امن کے قیام کو ممکن بنایا جاسکے۔ ۱۹۷۱ کی جنگ کے بعد پاکستان اور بھارت کے درمیان شملہ معاہدہ پر دستخط کیا گیا۔ یہ معاہدہ ۲ جولائی ۱۹۷۲ کو شملہ کے مقام پر کیا گیا۔ شملہ معاہدہ کے پیرا گرف ((ii۴ کے مطابق دونوں ممالک کشمیر کے سیز فائر لائن کو (LOC) کا درجہ دینے پر اتفاق کیا۔ دونوں ممالک نے شملہ معاہدے کے مطابق کشمیر کے مسئلے کو بات چیت کے ذریعے حل کرنے پر اتفاق کیا۔ 1984 مین بھارت نے سیاچن گلیشئر پر قبضہ کر لیا جو کہ شملہ معاہدے کی خلاف ورزی ہے۔(21)

کنٹرول کے تعین کا مسئلہ: معاہدہ شملہ کے بعد کنٹرول لائن کے تعین کا مسئلہ سامنے آیا۔ اس سلسلے میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے 14 جولائی 1972 کو معاہدہ شملہ کی توثیق کر دی اور دستاویزات ۱۸ جولائی کو بھارتی حکومت کے حوالے کر دی گئیں۔ جبکہ بھارت نے اس معاملے میں التوا سے کام لیا اور معاہدہ شملہ کی توثیق دستاویزات 4 اگست 1972 کو اسلام آباد میں موصول ہوئیں۔ اس کے بعد جب معاہدے پر عملدرآمد کا سلسلہ شروع ہوا تو کئی مشکلات سامنے آئیں جس کی وجہ سے پاک بھارت تعلقات میں تیزی سے بہتری نہ آسکی۔اس معاہدہ کی توثیق کے بعد دونوں ملکوں کی فوج کے چیف آف اسٹاف کے نمائندوں کی پہلی ملاقات ۱۰ اگست 1972 کو سچیت گڑھ میں ہوئی یہ جگہ سیالکوٹ سے آٹھ میل کے فاصلے پر بین الاقوامی سرحدی کے قریب بھارتی، علاقہ میں واقعہ ہے۔ بعد میں سنیئر کمانڈروں کی سطح پر مذاکرات ہوئے لیکن جلد ہی بات چیت میں مشکلات پیدا ہو گیں۔ معاہدہ شملہ میں تاریخ نفاذ کے تیس دن کے اندر اندر فوجوں کی ایک دوسرے کے مقبوضہ علاقوں سے واپسی کی واضح دفعہ کے باوجود بھارت نے اس بات پر اصرار کیا کہ فوجوں کی واپس کا انحصار جموں و کشمیر میں لائن آف کنٹرول کے تعین پر ہے۔ پاکستان کو کنٹرول لائن کے تعین میں کوئی اعتراض منہیں تھا لیکن حکومت پاکستان نے فوجوں کی واپسی کے ساتھ اس کے کسی تعلق کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔(22) 2001 کے آغاز ہی سے بھارت نے ورکنگ باؤنڈری پر باڑ لگانے کی کوشش تیز کر دی تھیں اور اسے مستقل بین الاقوامی سرحد بنانا چاہتا ہے۔ جبکہ دوسری طرف ورکنگ باؤنڈری پر فائرنگ میں اضافہ کیا گیا۔ جموں سیکٹر باؤنڈری پر بھارتی فوج کی طرف سے باڑ لگانے کی کوششوں کو ایک مرتبہ پھر پاکستان نے ناکام بنا دیا ہے اور بھارتی بارڈر سیکیوٹی فورسز کے ڈائریکٹر گوربچن جگت نے پاکستان پر اپنی روایت کے مطابق یہ الزام لگایا ہے کہ انہوں نے بھارت کی طرف سے خاردار باڑ لگانے کے لئے نصب کئے گئے 40 ستون گولہ باری سے تباہ کر دیئے ہیں۔ انہوں نے اس عزم کا اظہار کیا ہے کہ وہ بھی ہر صورت میں یہاں باقی سرحد کی طرح خاردار باڑ لگائیں گے۔(23) پاکستان یہ نہیں چاہتا ہے کہ ورکنگ باؤنڈری یعنی متنازعہ سرحد کو باقاعدہ اور مستقل سرحد میں تبدیل کیا جائے۔ گذشتہ پانچ سال سے پاکستان اور بھارت کی سرحدی فوج کے درمیان جموں کے علاقے میں 187 کلومیٹر طویل ورکنگ باؤنڈری پر باڑ لگانے کے سلسلے میں یہ معاملہ شدت اختیار کر گیا ہے جبکہ ۱۰ کلومیٹر کی پٹی پر سامبا سیکٹر میں باڑ لگانے کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ دراصل

بھارت کا مقصد یہ ہے کہ جموں سیکٹر میں سیالکوٹ کے ساتھ ملحق تمام سرحدی علاقے کو باڑ لگا کر بین الاقوامی سرحد میں تبدیل کر لیا جائے۔ جبکہ یہ مسئلہ براہ راست پاکستان کی سلامتی سے تعلق رکھتا ہے۔ لائن آف کنڑول کو مستقل سرحد میں تبدیل کرنے کا سلسلہ شروع ہو گیا تو بھارت کشمیر کے ساتھ بھی مستقل سرحد قائم کرنا شروع کر دے گا۔ اس لئے بھارت کی اس جارحانہ کوشش کو ابتدائی مرحلے میں ہی روک دینا پاکستان کی بقاء اور سلامتی کے لئے ناگریز ہے بین الاقوامی دنیا اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ ورکنگ باؤنڈری یا کنڑول لائن کی حقیقت عارضی اور متنازع ہوتی ہے اور اسے بین الاقوامی سرحد کا درجہ نہیں دیا جاتا۔

سیاچن کا تنازعہ: سیاچن کا بلتی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں جنگلی گلاب اس گلیشئر پر یہ پودا زیادہ اگتا ہے۔ اس لئے بلتی لوگ اسے ساچن کہتے ہیں۔ ساچن حقیقتاً پاکستان کا حصہ ہے اور دنیا کے تمام نقشوں میں اسے پاکستانی حصوں میں دکھایا گیا ہے۔(24) (۴۲) سیاچن گلیشئر پاکستان کے شمالی ضلع بلستنتان میں واقع ہے۔ یہ ۵۰ میل لمبا اور سات میل چوڑا ہے۔ سطح سمندر سے ۱۸، ۹۱ ہزار فٹ بلند ہے۔ شاہراہ قرام اس سے پونے دو سو میل دور ہے۔ یہ ایشیاء کے سب سے بڑی گلیشئروں میں سے ہے۔ بھارت نے 1984 میں اس کے شمالی دروں پر قبضہ کر لیا کیونکہ گلیشئر دراہ خنجراب (پاک چین سرحد) کو کنڑول کرتا ہے۔ اس لئے اس کی بڑی اہمیت ہے۔(25) 1986 میں انڈیا نے پاکستان کے علاقے سیاچن گلیشیئر پر قبضہ کیا تاکہ بعد ازاں مزید آگے بڑھ کر شاہراہ قراقرم پر قبضہ کر لے۔ یہ انڈیا کے وزیر اعظم جواہر لعل نہرو کی فارووڈ پالیسی آگے بڑھو اور قبضہ کیے جاؤ کی حکمت عملی کے مطابق تھا جس پر انڈیا کی وزیر اعظم اندرا گاندھی عمل پیرا تھیں۔ سیاچن گلیشیئر پر 1984 میں انڈیا پاکستان جنگ ہوئی اور اب تک دونوں ملکوں کی فوجیں آمنے سامنے ہیں۔(26) بھارت نے سیاچن کی خصوصی جغرافیائی اہمیت کے پیش نظر اس پر قابض ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ جبکہ سیاچن پاکستان کے دفاعی معاملات میں بھی خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ پاکستان کے لئے عظیم حکمت عملی کا علاقہ ہے۔ پاکستان کی سالمیت اور استحکام سیاچن سے جڑی ہے۔ یہ پاکستان کو مختلف دریاؤں کے زریعے پانی کی بہم رسانی میں مددومعاون ثابت ہوا ہے۔ بھارت سیاچن گلیشئر پر قبضہ کر کے وہ پاک چین دوستی میں رکاوٹ ڈال سکتا ہے۔۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ شاہراہ ریشم کو سیاچن گلیشئر کنڑول کرتا ہے فوجی اہمیت کے اس اہم گلیشئر سے شمالی کشمیر کے علاقے میں بھارت کی فوج کا مغرب کی جانب سے تحفظ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بھارت نے اس پر قبضہ کر کے اپنا مغربی محاذ محفوظ کرنے کی کوشش کی۔ ۱۹۴۹ سے ۱۹۸۴ تک سیاچن گلیشئر کے علاقے پر پاکستان کا مکمل کنڑول رہا اور اس تمام عرصے کے دوران متعدد غیر ملکی کوہ پیما جماعتوں نے سیاچن گلیشئر اور اس کے مشرق میں واقع بہت سی چوٹیوں کو حکومت پاکستان کی اجازت سے سر کیا۔ مشرقی قراقرم اکے اس حصے پر اپنے مکمل کنڑول کے باوجود پاکستان نے یہاں اپنی فوج کو کبھی بھی ملوث نہیں کیا۔ سیاچن گلیشئر کا علاقہ ہمیشہ سے امن آشتی کی اماجگاہ رہا تھا۔(27) سیاچن کے علاقے پر پاکستان کے عملی اور انتظامی کنڑول کو تسلیم کرتے ہوئے چین نے پاکستان کے ساتھ اس علاقے میں سرحدی معاہدے پر دستخط کئے تھے۔ جس کے نتیجے میں پاک چین سرحد کی آخری حد قراقرم پاس مقرر ہوئی جو سیاچن گلیشئر کے شمال مشرق میں واقع ہے۔ اس علاقے کی جنگ

بندی لائن اور لائن آف کنٹرول دشوار گزار گلیشیئرز کے باعث نہیں کی جا سکی ہے۔اب یہ مسئلہ پاکستان اور بھارت کے درمیان سخت کشیدگی کا باعث بنا ہوا ہے۔ سطح سمندر سے بیس ہزار فٹ کی بلندی پر واقع سیاچن میں پاک بھارت فوج حربی حالت میں ہیں۔ صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے 17 دسمبر 1985 کو نئی دہلی مین بھارتی وزیر اعظم مسٹر راجیو گاندھی سے ملاقات کی صدر پاکستان نے بھارتی وزیر اعظم کو باور کرایا کہ پاکستان جارحانہ عزائم نہیں رکھتا اس لئے یہ مسئلہ بات چیت کے ذریعے ہی حل کیا جانا چاہیئے۔ چناچہ بھارتی وزیر زعظم نے اس پر آمادگی کا اظہار کیا۔ دونوں ممالک کے سربراہوں کی بات چیت کی روشنی میں جنوری 1986 میں دونوں ملکوں کے ڈیفنس سیکرٹروں کے مابین اس مسئلے پر مذاکرات ہوئے۔ اگرچہ یہ نتیجہ خیز تو ثابت نہیں ہوئے تاہم دونوں ملکوں نے مذکورہ تنازعہ کے بارے میں اپنے اپنے موقف سے ایک دوسرے کو آگاہ کیا اور اس عزم کا اظہار کیا کہ سیاچن کے مسئلے کو شملہ معاہدہ کی روح کے مطابق پرامن اور بات چیت کے ذریعے طے کیا جائے گا۔(28) بھارت وسطی ایشیاء کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کے لئے اس علاقے پر قبضہ رکھنا چاہتا ہے۔ نہرو نے اپنی کتاب ”ڈسکوری آف انڈیا“ میں جو وژن پیش کیا وہ وسطی ایشیاء تک حکمرانی کا تھا۔ بھارت کو چاہیئے کہ وہ جارحانہ پالیسی کے بجائے جامع مذکرات کے ایجنڈا میں سیاچن اور سر کریک کو شامل کر کے مسائل کو حل تلاش کرے تاکہ دونوں ممالک میں اعتماد سازی کو فروغ ملے اور کشمیر کے مسئلے کو حل کرنے میں آسانی ہو۔

کارگل کی جنگ: کارگل کی جنگ کنٹرول لائن پر ہونے والی ایک محدود جنگ تھی۔ جو پاکستان اور بھارت کے درمیان ۱۹۹۹ میں لڑی گئی لداخ اور سری نگر کا واحد زمینی راستہ یہاں سے گزرتا ہے۔ سیاچن پر موجود بھارتی افواج کی کمک ورسد کے لئے کارگل کا راستہ ہی بہتر راستہ ہے۔ کارگل تا سیاچن تک کا راستہ سال کے دس مہینے برف میں رہتا ہے۔ اور صرف دو ماہ کے لئے یہ شاہراہ سیاچن کے برف پوش پہاڑوں تک پہنچنے کے لئے استعمال کیجاتی ہے۔ بھارت کو انہی دو مہینوں میں فوجی چیک پوسٹ اور فوجی یونٹوں میں کام کرنے والے بھارتی لشکر خوراک اور دیگر ضروریات کو سیاچن کی چوٹیوں تک لے جانے کا ٹاسک پورا کرنا ہوتا ہے۔(29) بھارت نے 1972 میں لائن آف کنٹرول کے پار چھور بٹالہ پر 1984 میں سیاچن پر 1988 میں قمر کے علاقے پر اور 1994 میں نیلم پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح سے سیاچن کے علاقے کے علاوہ بھارت نے لائن آف کنٹرول کے پاکستان کے علاقے پر پچاس میل رقبے پر قبضہ کر لیا۔(30) برعظیم میں ایک مرتبہ پھر جنگ کے بادل منڈلانے لگے۔ دونوں طرف کی حکومتوں کو فکر لاحق ہوئی کہ مگر دونوں میں سے کوئی بھی لچک دکھانے میں پہل کرنے کو تیار نہ تھے۔ نیویارک ٹائمز نے لکھا کہ اگر دونوں ملکوں کے درمیان تصادم ہوا تو یہ انتہائی خطرناک ہوگا۔ کیونکہ دونوں ممالک ایٹمی قوت ہیں 24 مئی 1999 کو میاں نواز شریف نے ٹیلیفون پر واجپائی سے رابطہ کیا اور کشیدگی کم کرنے پر زور دیا۔(31) کارگل کے محاذ پر مجاہدین کی فتح کی خبر آئی تو امریکہ کو اس خطہ کے مستقبل کی تشویش لاحق ہوگئی اور پاکستان کو کہا کہ دو دراندازوں کو واپس بلائے۔ جب پاکستان کی طرف سے یہ حقیقت پسندانیہ موقف پیش کیا گیا کہ کارگل کی چوٹیوں پر قبضہ رنے والے درانداز نہیں بلکہ جنگ آزادی لڑنے والے مجاہدین ہیں جو گذشتہ

دس سال سے بھارت کے خلاف بر سر پیکار ہیں۔ اور مجاہدین پر پاکستان کا کوئی براہ راست کنٹرول نہیں۔ اس کے بعد امریکہ کی طرف سے یہ موقف سامنے آیا کہ اگر بھارت نے پاکستان کے خلاف جارحیت کی تو امریکہ حمایت نہیں کرے گا۔(32) کارگل میں پیدا شدہ صورت حال نے ایک طرف تو پاکستان اور بھارت کو آمنے سامنے لا کھڑا کیا ہے۔ دوسری طرف مسائل کشمیر کو عالمی سطح پر اجاگر کیا اور دنیا پر واضح ہو گیا ہے کہ اگر مسئلہ کشمیر اقوام متحدہ کی قرار داروں، تقسیم برصغیر کے فارمولے اور کشمیری عوام کی خواہشات کے مطابق حل نہ کیا گیا تو جنوبی ایشا میں ایک جنگ کے خطرے کو ٹالا نہیں جا سکتا اور چونکہ دونوں متحارب فریق ایٹمی قوت ہیں۔ اسلئے ایٹمی جنگ بھی بعید از امکان نہیں۔(33) امریکہ کے صدر بل کلنٹن اور پاکستان کے وزیر اعظم نواز شریف نے واشنگٹن میں تین گھنٹے کے مذاکرات کے بعد جاری کئے گئے مشترکہ بیان میں اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ کشمیر کے علاقہ کارگل میں جاری جنگ خطرناک ہے اور اسکے نتیجے میں وسیع تر تصادم بھڑک سکتا ہے۔ دونوں لیڈروں کے درمیان اس بات پر بھی اتفاق رائے پایا گیا کہ شملہ معاہدہ کے تحت لائن آف کنٹرول کی بحالی کے لئے ٹھوس اقدامات کئے جائیں۔ صدر کلنٹن نے کہا کہ ان اقدامات کے بعد محاذ آرائی اور دشمنی کا فوری خاتمہ کر دیا جائے۔(34) اگر پاکستان تمام موقع پر اس مضبوط موقف کا اظہار کرتا رہا ہے کہ کارگل کو مسئلہ کشمیر سے الگ نہیں کیا جا سکتا کشمیر کے عوام اقوام متحدہ کی منظور شدہ قرار داروں کے مطابق استصواب رائے چاہتے ہیں اور اس کے بغیر اور کسی فیصلے کو قبول نہیں کر سکتے۔ جبکہ پاکستان اس خطے میں امن کا قیام چاہتا ہے۔ لٰہذا لائن آف کنٹرول کے مسئلے کے ساتھ ساتھ کشمیر کا مسئلہ بھی بہت اہمیت کا حامل ہے۔ جسے حتمی طور پر اقوام متحدہ کی قرار داروں کی روشنی میں حل کرنے کی ضرورت ہے۔ امریکہ کو اس طرف بھی توجہ دینی چاہیئے کہ بھارت کی وجہ سے اس خطے کا امن تباہ ہو رہا ہے۔ کلنٹن نے صاف گوئی سے اپنی پوزیشن واضح کر دی۔ اگر نواز شریف اپنی فوجیں کشمیر سے نکال لے تو امریکہ کسی تعریف کے بغیر اظہار اطمینان کرے گا۔ اگر شریف نے واپس بلانے سے انکار کیا تو امریکہ پاکستان سے اپنے تاریخی اتحاد کو بھارت سے تبدیل کرنے پر مجبور ہو گا۔(35) واشنگٹن سے آمد کے بعد میاں نواز شریف نے اس بات پر رضامندی کا اظہار کیا کہ وہ کارگل کی چوٹیوں پر بیٹھے مجاہدین کو جنگ بند کرنے اور واپس چلے جانے کی اپیل کریں گے اور اس ضمن میں پاکستان اپنا اثر ورسوخ استعمال کرے گا۔ بھارت اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ تنازعے کا کوئی فوجی حل نہیں بہر حال کارگل کے بحران کے بعد دونوں ممالک کے تعاون سے ہی خطے میں امن قائم ہو سکتا ہے۔ اور اس کے لئے دونوں ممالک کو اشتراک اور تعاون کی ضرورت ہے۔

دہشت گردی: دہشت گردی سے مراد تشدد یا تشدد کی دھمکی ہے۔ جس سے خوف یا تبدیلی لانے کی نیت ہو۔ یہ جدید بربریت ہے۔ اس میں عموماً بمباری، اغوا، قبضہ، قتل اور یرغمال وغیرہ کاروائیاں شامل ہیں۔ آسان مفہوم میں اپنی غرض کے حصول کے لئے دوسروں کو خوفزدہ کرنا دہشت گردی ہے۔(36) آزادی کی خاطر اگر ظالم اور مسلط حکومتوں کے خلاف جدوجہد کی جائے تو دہشت گردی کی زد میں نہیں آتی۔ کشمیر میں مجاہدین کی جدوجہد اور فلسطین میں نہتے فلسطینوں کی اسرائیلی غلبے کے خلاف مزاحمتی حملوں کو دہشت گردی قرار نہیں دیا جا سکتا۔

پاکستان کے سابق صدر جنرل پرویز مشرف نے ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملے کے بعد یہ واضح کرنے کی کوشش کی کہ کشمیری اور فلسطینی حریت پسند و دہشت گرد نہیں بلکہ وہ آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔(37) اقوام متحدہ کے پلیٹ فارم پر دہشت گردی کی کوئی ایک تعریف وضع نہ کی جاسکی۔ کیونکہ جو صورت حال ایک فریق کے لئے دہشت گردی ہے وہی صورت حال دوسرے فریق کے لئے جنگ آزادی یا مجبوری کا فعل قرار پائی ہے۔ ایک وقت تھا نیلسن منڈیلا بھی دہشت گرد تھا یاسر عرفات بھی دہشت گرد تھا لیکن وقت کے ساتھ انہیں دنیا نے قبول کر لیا۔ خود امریکہ نے بھی لڑ کر ہی برطانیہ سے آزادی حاصل کی تھی۔ غیر منقسم ہندوستان میں بھگت سنگھ کو بم چلانے پر دہشت گردی کے جرم میں پھانسی دی گئی۔ آج وہ ہیرو کا درجہ رکھتا ہے۔(38) نائن الیون کے واقعہ کے بعد دہشت گردی کے خلاف جاری عالمی جنگ میں پاکستان فرنٹ لائن سٹیٹ کا کردار ادا کر رہا ہے۔ ادھر کشمیر کی تحریک حریت کو بھارت نے پاکستان کی سرپرستی میں دہشت گردی کا نام دیا اور پاکستان کو سرحد پار دراندازی کا الزام دیا۔(39) بھارت کا خیال ہے کہ اب امریکہ ہر قسم کی مسلح جدوجہد کو دہشت گرد تحریکوں کا نام دے گا۔ اور اس طرح وہ کشمیر کے حوالے سے بھی اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اگر کشمیر کی آزادی کی تحریکوں پر نظر ڈالی جائے تو ان کے پس منظر میں بھی یہی مسائل اور عوامل کارفرما ہیں۔ آزادی کی تحریک کے دوسرے مرحلے میں داخل ہونے سے قبل یعنی 1980 کی آخری دہائی میں ان تحریکوں کی کمان قوم پرستوں یعنی جموں اینڈ کشمیر لبریشن فرنٹ JKLF کے ہاتھ میں تھی۔ اس گروپ کے متعدل مذہبی نظریات تھے لیکن ۱۹۸۰ کی دہائی کے اواخر اور ۱۹۹۰ کی دہائی کے شروع میں جہادی تنظیموں نے انکی جگہ لے لی اور انہوں نے مقبوضہ کشمیر میں کاروائیوں کا آغاز کر دیا اور اب ان کا اپنا حلقہ اثر ہے۔ کسی بیرونی مدد اور مداخلت کے بغیر بھی طویل عرصے تک اپنی سرگرمیاں جاری رکھ سکتے ہیں۔(40) عالمی دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاکستان کا کلیدی کردار ہے جبکہ بھارت دہشت گردوں کے خلاف جنگ میں حصہ دار ہونے کا محض دعویدار ہے۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاکستان کا ساتھ دینے کے بجائے رکاوٹ ڈالتا رہا ہے۔ 2004 کے مشترکہ اعلامیہ کے مطابق پاکستان نے بھارت سے عہد کیا تھا کہ وہ بھارت کے خلاف دہشت گرد سرگرمیوں کے لئے اپنی زمین استعمال نہیں ہونے دے گا۔ جبکہ 16 ستمبر 2006 کو ہوانا میں باہمی ملاقات پر مشرف اور وزیر اعظم من موہن سنگھ نے دہشت گردی کے اقدامات کی شدید مذمت کی اور دہشت گردوں کے خلاف بھارت اور پاکستان کے ایک مشترکہ ادارتی میکنزم کے قیام کا فیصلہ کیا گیا تا کہ دہشت گردی کے تدارک کے اقدامات اور تحقیقات کو ممکن بنایا جاسکے۔(41) جنوبی ایشیاء میں دہشت گردی کے خلاف جنگ اس صورت میں کامیاب ہو سکتا ہے کہ جب کشمیر جیسے پیچیدہ مسائل کے حل کی جانب پیش رفت ہو۔ خطے میں امن کا واحد راستہ کشمیر کا مناسب حل ہے۔ کو تسلیم کئے بغیر دونوں ممالک کے درمیان اعتماد سازوی کے اقدامات مفید ثابت نہیں ہو سکیں گے۔ جب تک کشمیر کے بنیادی معاملے پر سنجیدگی سے غور نہ کیا جائے اس کے ساتھ ساتھ عالمی طور پر بھی سیاسی جھگڑے ختم کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ پاکستان انتہا پسندی اور دہشت گردی کو رد کر کے معاشرتی اور اقتصادی ترقی چاہتا ہے۔ دہشت گردی کے کسی بھی فعل کے لئے کوئی جواز یا عذر پیش نہیں کیا

جاسکتا۔ اس کا ارتکاب مذہبی بنیاد پرست کریں، اس میں نجی عسکریت پسند ملوث ہوں، عوام کی کوئی مزاحمتی تحریک ایسا کرے یا کوئی تسلیم شدہ حکومت اسے انتقام کی جنگ کا لبادہ اوڑھادے دہشت گردی کسی طور پر بھی قابل قبول نہیں ہے۔(42)

تجزیہ: جنوبی ایشیاء میں علاقائی بالادستی کا مسئلہ نہایت سنگین ہے۔ یہاں کئی تصفیہ طلب علاقائی تنازعات موجود ہیں۔ اور یہ تنازعات اپنی سنگینی کے اعتبار سے کافی مختلف ہیں۔ علاقائی صورت حال کے نقطہ نگاہ سے یہ بات انتہائی تشویشناک ہے کہ ان میں سے بعض سنگین نوعیت کے اختلافات بھی موجود ہیں۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان زیادہ تر اختلافات کا تعلق علاقائی تنازعات، سمندری حدود اور ساحلی علاقوں پر حق ملکیت کے دعوے ہیں۔ جنوبی ایشیاء میں ان تمام تصفیہ طلب تنازعات کے نتیجے میں دونوں ممالک کے مابین تصادم کی صورت حال پیدا کر رکھی ہے۔ جو علاقائی سلامتی کے لئے خطرہ ہے۔ بین الاقوامی اور دوطرفہ سطح پر حل کرنے کی بارہا کوششوں کے باوجود آج بھی کشمیر پاکستان اور بھارت کے درمیان بنیادی مسئلہ بنا ہوا ہے۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان اقتصادی اور فوجی عدم توازن ہی کی وجہ سے تنازعہ کشمیر کے تصفیہ سے بھارت کے انکار کا حقیقی سبب ہے۔ لہذا خطے میں توازن طاقت کو قائم کرنے کے لئے پاکستان کو ایٹمی طاقت کے حصول کی جانب جانا پڑا۔ اب تک بھارت کشمیر سمیت تمام تصفیہ طلب مسائل کو حل کرنے میں ہر قسم کی رکاوٹیں ڈالتا اور تاخیری حربے استعمال کرتا رہا ہے۔ پاکستان پر یہ بات واضح ہے کہ بھارت کشمیر پر صرف اپنا تسلط برقرار نہیں رکھنا چاہتا ہے بلکہ وہ دہشت گردی جیسے عوامل کو شامل کر کے پاکستان کو غیر مستحکم بنا دینا چاہتا ہے۔ تاکہ مستقبل میں پاکستان بھارت کی پالیسوں پر عمل درآمد کرنے کی پوزیشن میں آجائے۔ پاکستان کے پالیسی سازوں کا یہ واضح نقطہ نگاہ ہے کہ اگر بھارت پاکستان کے ساتھ تعلقات بہتر بنانا چاہتا ہے تو کشمیر سمیت تمام تصفیہ طلب مسائل حل کرنا ہوگا جو پاکستان کے اعتماد کی بحالی کے لئے ضروری ہے۔ بھارت نے دنیا کو یہ تاثر دینے کی بھی کوشش کی ہے کہ کشمیر کی تحریک آزادی ایک دہشت گرد تحریک ہے اور یہ کہ پاکستان سرحد پار سے کشمیر میں دہشت گردی کی سرپرستی کر رہا ہے۔ بھارت کی ہر ممکن یہ کوشش ہے کہ پاکستان کو دہشت گرد ریاست قرار دیا جائے۔ تاکہ بھارت عالمی برادری سے زیادہ سے زیادہ مراعات حاصل کرسکے۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان بڑھتی ہوئی کشیدگی کے نتیجے میں جنوبی ایشیاء میں غیر یقینی کی فضا پیدا ہوگئی۔ جو کہ پورے خطے کے لئے باعث تشویش ہے۔ لیکن پانی کے حوالے سے جو خطرات پیدا ہو رہے ہیں۔ انہیں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ پانی کی بڑھتی ہوئی قلت پڑوسی ممالک کے مابین پُرامن شراکت داری کی متقاضی ہے۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان مختلف قسم کے بحرانوں کی وجہ سے خطے کے حالات نہ صرف بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں بلکہ عالمی دنیا کی نگاہ میں اس کا عدم استحکام بھی نمایاں ہے۔ جنوبی ایشیاء کو مستقبل میں درپیش چیلینجوں سے نمٹنے کے لئے اکیسویں صدی میں سخت مشکلات کا سامنا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ اس خطے میں ایٹمی ہتھیاروں کے استعمال کا اندیشہ موجود ہے۔ پاکستان اور بھارت یہ دونوں ممالک ایٹمی ہتھیار رکھتے ہیں اور ان کے بلاسٹک میزائلوں کے تجربے نے صورتحال کو اور بھی سنگین بنا دیا ہے۔ ان دونوں اقوام کے درمیان موجود اختلافات اور عدم توازن طاقت ایک ایسی انتہائی خطرناک صورت حال پر

دلالت کرتی ہے کہ جس کے پیش نظر ایٹمی ہتھیاروں کے استعمال کے اندیشے کو خارج نہیں کیا جاسکتا ہے۔اس کے علاوہ سب سے زیادہ پریشان کن پہلو یہ ہے کہ ان دونوں ممالک میں قبل از وقت مانیٹرنگ سسٹم اور کمانڈ اینڈ کنٹرول کے انتظامات کا فقدان ہے۔ پاکستان اور بھارت کواپنے مسائل پر قابو پانے کے لئے یقیناوقت درکار ہے۔کیونکہ دونوں ممالک میں قیادت کے بحران کا فقدان بھی شدید ہے۔تاریخی حقائق سے یہ بات واضح ہے کہ پاکستان اور بھارت کو سب سے زیادہ جس چیز کی ضرورت ہے وہ قیادت اور صحیح سمت کا تعین ہے۔

ماحاصل: جنوبی ایشیاء میں امن قائم کرنے کے لئے اس بات کو تسلیم کرنا ضروری ہے کہ کشمیر، لائن آف کنٹرول اور سیاچن جیسے مسائل اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق حل کیا جانا چاہئے۔اس طرح پاکستان اور بھارت کے درمیان تصفیہ طلب مسائل کا پرامن حل ممکن ہے۔اگر تصفیہ طلب مسائل کے حل کرنے کے عمل کو غیر ضروری طول دیا گیا تو سارا خطہ مستقل دباؤ میں ہی رہے گا۔ بہر کیف اب جبکہ پاکستان اور بھارت ایٹمی صلاحیت میں ہم پلہ ہیں تو یہ امید کی جاتی ہے کہ دونوں ممالک تصادم کی بجائے مفاہمت کی طرف پیش رفت کریں گے۔

حوالہ جات

۱) محمد جہانگیر تمیمی، ''پاک بھارت کشیدگی''مرکز مطالعات جنوبی ایشیائ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۲۰۱۰، ص۔ ۳۴

۲) محمد عارف، ''پاک بھارت تعلقات ۱۹۸۲۔۱۹۷۲''پروگریسو پبلشرز، لاہور، ۱۹۹۲، ص، ۱۲۲

۳) ایضا، ص۔ ۱۲۴

۴) محمد جہانگیر تمیمی، ''پاک بھارت کشیدگی''، ص ۴۳

۵) ایضا۔ ص۔ ۴۴

۶) ایضا۔ ص۔ ۴۴

۷) محمد عارف، ''پاک بھارت تعلقات، ۱۹۸۲۔۱۹۷۲''۔ ص۔ ۱۲۳

8 -Pervaiz Mushraf,"in the line of fire A Memori", new york, Free Press, 2006-P-303

۹) اوون بینٹ جونز، ''پاکستان بھنور کی زد میں''، اردو ترجمہ از''Paksitan Eye of storm''مترجم یاسر جواد، تخلیقات پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۳، ص۔ ۱۳۳۔

10) محمد عارف، ''پاک بھارت تعلقات ۱۹۸۲۔۱۹۷۲''۔ ص۔ ۱۸

۱۱) چکروتی، روشنی، نصیر، سعدیہ، ''معاہدہ سندھ طاس پاک بھارت تعلقات کی روشنی میں''، مشمولہ'' عالمی افق'' شمارہ۔ا۔ادارہ بین الاقوامی امور پاکستان، کراچی، جنوری تا مارچ، ۲۰۰۳۔ ص۔ ۳۳

۱۲) عبدالرزاق بگٹی، ''پاکستان آبی وسائل''، فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۱۵۔ ص ۴۳۰۔

۱۳) ایضا۔ ۴۳

۱۴) چکروتی، روشنی، نصیر، سعدیہ، "معاہدہ سندھ طاس پاک بھارت تعلقات کی روشنی میں"۔ ص۔ ۷۳

15 -Available at: http://en./wikipedia.org/wiki/sir.creek- acceessed on -26-Feb-16 8:20 pm

۱۶) محمد عارف، ''پاکستان بھارت تعلقات، ۱۲صدی میں بدلتے رجحانات'' مرکز مطالعات جنوبی ایشیاء، لاہور، ۱۱۰۲۔ ص۔ ۷۸۱۔

۱۷) ایضاً۔ ص۔ ۷۸۱

۱۸) شائستہ تبسم، ''سر کریک، مسئلہ تکنیکی بنیادوں پر حل کیا جاسکتا ہے''۔ مشمولہ روزنامہ جنگ، کراچی ۵۱ فروری ۰۱۰۲۔

۱۹) ارشاد محمود، ''سر کریک کا منظر دوپس منظر''، مشمولہ: روزنامہ جناح لاہور، ۱ جنوری ۷۰۰۲۔

۲۰) لائن۔ آف کنٹرول

Available at http://ur.wikipedia.org/wiki 21-/Mansoor Akber Kundi, "Dictrionary at International Relations", Maktaba e Faridi, Karachi, 2006-P-136

۲۲) محمد عارف، ''پاک بھارت تعلقات ۲۸۹۱۔۲۷۹۱''۔ ص۔ ۳۹

۲۳) طارق اسماعیل ''ساگر، پاک بھارت تعلقات تاریخ و تجزیہ''، طاہر سنز، لاہور ۶۰۰۲۔ ص۔ ۱۴۴

۲۴) سیاچن گلیشیئر۔ available http://ur.wikipedia.org/wiki/accessed on 1 March 2016 11:10 PM

۲۵) محمد امین گوندل، ''پاکستان کی خارجہ پالیسی''، مکتبہ دانیال لاہور، سن ندارد، ص۔ ۱۳

۲۶) عبدالرزاق بگٹی، ''پاکستان بقاء کی جنگ''، فکشن ہاؤس لاہور، ۴۱۰۲، ص۔ ۳۹

۲۷) طارق اسماعیل ساگر، ''پاک بھارت تعلقات تاریخ و تجزیہ''۔ ص۔ ۰۹۲

۲۸) غلام جیلانی خان، ''سیاچن مذاکرات پھر ناکام ہوگئے''۔ مشمولہ روزنامہ پاکستان۔ لاہور۔ ۹۲ مئی ۶۰۰۲

۲۹) کارگل/ جنگ

Available at https:// or. wikipedia.org/wiki30 -/ S. Muthiar AHmed, Post Karagil situation.,an over view, south Asia, Karachi 31 August 1999

۳۱) ایم نذیر احمد تشنہ، ''تاریخ پاکستان''، بک کارنر، جہلم ۳۱۰۲، ص۔ ص۔ ۲۳۴۔۱۳۴

۳۲) طارق اسماعیل ساگر ''پاک بھارت تعلقات تاریخ و تجزیہ''۔ ص۔ ۸۷۳۔

۳۳) ایضاً۔ ص۔ ۰۸۳

۳۴) نوائے وقت، لاہور، ۶ جولائی ۹۹۹۱

۳۵) ذبیح اللہ صدیق بلگن ''پاکستان اور بین الاقوامی طاقتیں۔ ۹۱۴۷ سے تاحال'' نگارشات پبلشرز، لاہور ۴۱۰۲، ص۔ ۹۵۱۔

36- Sardar Shaukat Popalzai, "Terrorism Understanding and response", Dawn, Lahore 22 Feb 2010.

۳۷) خبریں، لاہور، ۳۱ دسمبر ۹۰۰۲

۳۸) اسد اللہ غالب، ''دہشت گردی پر دوغلی قومی پالیسی''، مشمولہ: ایکسپریس، لاہور ۰۲ مارچ ۰۱۰۲

39 - Nazir Hussain, "War on Terrosim, Implication for Pakistan , "Vanguard, Lahore, 2008-P-341

۴۰) سید صلاح الدین کا بیان، مشمولہ: روزنامہ امت، کراچی ۳۲۔اپریل۔ ۷۰۰۲

۴۱) فرائیڈے اسپیشل، ''کشمیر پاک بھارت دوستی کا پل''، کراچی، ۲۷ جولائی ۷۰۰۲

۴۲) اردن دھتی رائے، ''لامحدود انصاف کا الجبرا''، اردو تراجمہ از "The Algebra of infinitic Justice" مترجم: شفیق الرحمن میاں، وین گارڈ بکس، لاہور، ۹۰۰۲۔ ص۔ ۴۰۲

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.